اسلامی ریاست، اور پاکیءداماں کی حکایت

گزشتہ چند ماہ سے عراق اور شام میں ISIS یا، دولۃ اسلامیہ فی العراق والشام، کے خون آشام غلغلہ کے بعد کئی بیانیے سامنے آرہے ہیں۔ مغرب سے روز ہی نشر والے بیانیوں میں عموماً اس جماعت کی، جسے 'داعش' بھی کہتے ہیں، اس اچانک ہنگامہ خیزی اور خوں ریزی پر حیرت کا اظہار کیا جاتا ہے، اور سب یہ کہتے ہیں کہ یہ بلا اچانک سے کہاں سے نافذ ہو گئی۔

حالانکہ اس طرح کی حیرت کرنے والے جن میں امریکی، مغربی، اور یورپی ریاستیں شامل ہیں خوب جانتے ہیں کہ انہوں نے سابقہ سوویت یونین کے خلاف سرد جنگ میں دنیا کے ترقی پذیر ملکوں کو جن میں اسلامی ملک بھی شامل تھے، اور لاطینی امریکہ، اور افریقہ کے ممالک بھی شامل تھے، مذہب کی جو افیم چٹائی تھی، وہ اسلامی دنیا میں مذہبی شدت پرستی کے شدید ترین جذبات کو فروغ دینے کا باعث ہوئی۔ دنیا بھر کے دانش ور اس امر پر متفق ہیں کہ اسلامی دنیا میں جماعتِ اسلامی، اخوان المسلمون، طالبان اور القاعدہ جیسی تنظیموں کو امریکی خفیہ اداروں اور امریکی اور مغربی خارجہ پالیسیوں کی خفیہ اور ظاہرہ حمایت حاصل تھی۔ ان سارے ملکوں میں روشن خیال، ترقی پسند، اور آزاد فکر سے تعلق رکھنے والی جماعتوں کو منظّم طور پر فنا کیا گیا اور ان افکار سے تعلق رکھنے والوں کو مغربی طاقتوں کی حمایت سے جبر و تشدد کے ذریعہ مٹی میں ملایا گیا۔

پہلے نام نہاد افغان جہاد کے نتیجہ میں اسلامی شدت پرستی، اسلامی دہشت گردی میں تبدیل ہوئی، یوں مذہب کے نام پر پالے ہوئے وہ سارے 'جن' بوتلوں سے باہر آگئے جو اس خوش فہمی میں تھے کہ نام نہاد افغان جہاد میں روس کی شکست کے بعد ان اسلامی مذہبی شدت پرستوں کو اپنے اپنے علاقوں میں شریعہ کی بنیاد پر اسلامی ریاستیں قائم کرنے کی آزادی ہوگی۔ اس خواہش میں تقریباً ہر اس ملک کے نام نہاد جہادی اور مذہبی شدت پرست شامل تھے جنہوں نے کسی طور افغانستان کی پہلی جنگ میں امریکہ کی حمایت کی تھی۔

ان میں پاکستان، سعودی عرب، اردن، فلسطین، مصر، سومالیہ، سوڈان، انڈونیشیا جیسے ممالک کی مثال دی جاسکتی ہے۔ جب ان شدت پرستوں کو اندازہ ہوا کہ افغان جنگ کے بعد کسی اسلامی ریاست کا قیام ان کی خام خیالی تھی تو ان کی خواہشِ شدت لاوے کی طرح، امریکہ میں ۱۱-۹ کی صورت میں بھی پھوٹی، اور کشمیر اور دوسرے ممالک میں ان کے خیال کے مطابق کفر کے دوسرے مراکز میں بھی۔ ان کی اس شدت پرستی اور مذہبی برتری کی خواہش کو پاکستان جیسی حکومتیں اپنی ریاستی ترجیحات میں بھارت کے خلاف بھی استعمال کرتی رہیں۔

عراق کے ساتھ امریکی اور مغربی پہلی اور دوسری جنگوں کے نتیجہ میں مذہبی شدت پرستی، شیعہ سنی تفرقہ میں بھی تبدیل ہوئی، اور اس کے ساتھ ساتھ ایران اور سعودی عرب کی مذہبی فرقہ وارانہ مخاصمت نے عراق میں وہ ظلم برپا کیا جس کی مثال کم ملتی ہے۔ امریکہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیئے عراق کے شدت پرست شیعہ طبقوں کے سنیّوں کے ساتھ جھگڑوں سے نظر چراتا رہا، اور سعودی مخاصمت، اور سینکڑوں سال کے بعد عراق میں شیعہ غلبہ ہونے کے نتیجہ میں ایران بھی کھل کے عراقی معاملات پر اثر انداز ہونے لگا۔ شام میں تو اس کی حمایتی حکومت موجود ہی تھی۔

عراق کی تباہی کے بعد امریکی اور مغربی استحصالی ترجیحات کا رخ شام کی طرف ہوا جہاں ایک اقلیتی شیعہ حکومت کو جسے ایران کی حمایت حاصل تھی، تباہ کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس کے نتیجہ میں شام کے حکمرانوں نے سخت ترین شدت پرست رویہ اختیار کرتے ہوئے، خود اپنی آبادی کے سنی شدت پرستوں کو عراقی سنیوں، اور کردوں کے ساتھ مل کر نئے اتحاد بنانے کا موقع دیا۔ 'داعش' کا زور اور غلبہ ان سب عوامل کا نتیجہ ہے۔

اب اگر امریکی اور مغربی لوگ اس پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں تو وہ سوائے آپ کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے کوئی کام نہیں کرتے۔ لیکن یہ ان کی قدیمی روایت ہے۔ گزشتہ دنوں 'داعش' کے ہاتھوں امریکی اور برطانوی شہریوں کے بہیمانہ قتل کے بعد، امریکہ نے پھر ایک اتحاد بنانے کی کوشش کی ہے، جس میں مغربی ممالک کے ساتھ سعودی عرب اور چند دیگر اسلامی ممالک بھی شامل ہیں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اس اتحاد اور اس کے نتیجہ میں عراق اور شام میں جنگی کاروایئوں کے لیئے انہوں نے نہ تو عراق اور شام سے باقاعدہ مشاورت کی ہے، اور نہ ہی ایران سے جس کے حمایتی اور جس کے زیرِ اثر لوگ 'داعش' کے خلاف ہیں۔ بھان متی کے اس کنبہ کا کیا بنے گا، اور ساجھے کی یہ ہانڈی چوراہے پر کیسے پھوٹے گی، یہ بھی جلد آپ کے سامنے آجائے گا۔

ہماری اب تک کی معروضات کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا میں 'داعش' جیسی تنظیمیں یکا یک وجود میں نہیں آجاتیں۔ کون یہ بات مان لے گا کہ جدید ترین اسلحہ اور ساز و سامان سے لیس یہ گروہ کہیں ایسے خفیہ غاروں میں چھپا ہوا تھا جو امریکہ اور مغرب کے جدید ترین جاسوسی نظاموں سے اوجھل تھے۔

یہ سب جاننے کے بعد بھی ہمارا، آپ کا، اور ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ 'داعش' جیسی تنظیموں اور گروہوں کی اور ان کی تشکیل کے اسباب کی ہمیشہ مذمت بھی کریں اور مخالفت بھی۔

اب ہم آپ کی توجہ ایک اور مضحکہ خیز بیانیہ کی طرف مبذول کرواتے ہیں۔ یہ بیانیہ کینیڈا کے ایک عوامی اخبار میں شائع ہوا ہے جس میں سوال اٹھایا گیا ہے کہ کینیڈا کے میانہ رو اور آزاد خیال مسلمان آخر 'داعش' کے خلاف کوئی بیان نہیں دیتے۔ اس بیانیہ کو لکھنے والا دراصل خود اپنے جہل کا اظہار کر رہا ہے۔ اسے خوب خبر ہے کہ سالہا سال سے کینیڈا میں میانہ رو مسلمان، ترقی پسند، آزاد خیال، اور روشن خیال افراد اور ادارے، ہمیشہ کینیڈا میں مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی مذہبی شدت پرستی کے خلاف آواز اٹھاتے رہے ہیں۔ یہ لوگ مسلسل 'ریاست اور مذہب کی علیحدگی' کا پرچار کرتے رہے ہیں، اور اس کے نتیجہ میں انہیں کینیڈا میں نہ صرف اپنی برادری کی مخالفتیں مول لینا پڑی ہیں بلکہ، خود اسی ملک میں تشدد کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔

یہ لوگ ہمہ وقت کینیڈا کے اصحابِ اقتدار کو بڑھتی ہوئی مذہبی شدت پرستی سے بھی آگاہ کرتے رہے ہیں، اور مطالبہ بھی کرتے رہے ہیں کہ کینیڈا کی حکومتیں، میانہ رو مسلمانوں، روشن خیالوں، آزاد خیالوں کی ریاست اور مذہب کی علیحدگی کی فکر پھیلانے میں مدد کریں۔ لیکن بد قسمتی سے ایسا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ کینیڈا کی تقریباً ہر بڑی سیاسی جماعت سے تعلق رکھنے والے رہنما، ووٹ حاصل کرنے کے لیئے ہر مذہبی عبادت گاہ میں جا کر وہاں کے مذہبی شدت پرستوں کا دل بڑا کرتے رہے ہیں۔ اس کی ایک اہم مثال ٹورونٹو کے میئر کے امیدوار 'جون ٹوری' ہیں جنہوں نے مذہب کی بنیاد پر قائم اسکولوں کو کینیڈا کے ٹیکس کی آمدنی سے مدد کرنے کی مہم چلائی تھی۔

مذہبی شدت پرستی کا پرچار کرنے والوں اور بالخصوص اسلامی شدت پرستوں کو مزید متحد کرنے میں بعض ایسے دانشور بھی شامل ہیں، جو مذہب اور ریاست کی علیحدگی کا سادہ سبق پڑھانے کے بجائے، مذہبی شدت پرستوں کی بنیاد میں ان کے مذہب کی برائی نکالتے ہوئے مذہب کو مطعون کرتے ہوئے، ہر مسئلہ کی جڑ مذہب کی خرابی میں ڈھونڈتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف مذہبی شدت پرستوں کو برافروختہ کرتا ہے بلکہ میانہ رو لوگوں کو بھی خود اپنے ہی مذہب کے روشن خیال، آزاد خیال، اور ترقی پسند افراد کے خلاف بھی کرتا ہے۔ کیوں کہ یہ میانہ لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ان کے اپنے آزاد خیال لوگ آزاد خیالی کی آڑ میں ان کے مذہب کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ ستم ظریفی ہے کہ خود قدامت پرست SUN اخبار میں لکھنے والے دانشور جن میں "سلیم منصور" جیسے لوگ شامل ہیں جو اپنے ذاتی تعصّبات، اور دانشورانہ رعونت کی بنیاد پر مذہب کو